Al-Mīthāq ***(Research Journal of Islamic Theology)***
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 03, **Issue** 02, July-September 2024, **PP**: 209-218
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

پناہ گزینی کا اسلامی تصور، کثیر المذاہب معاشرے اور عصری تقاضے

Islamic Concept of Asylum, Multi-Faith Society and Contemporary Demands

1. Ghulam Yousaf ghulamyousaf06@gmail.com	*Ph. D Scholar,* *Department of Islamic Studies, Gift University, Gujranwala.*
2. Dr. Hafiz Mahmood Akhtar mahmoodakhtar037@gmail.com	*Chairman,* *Department of Islamic Studies, Gift University, Gujranwala.*

How to Cite:	Ghulam Yousaf and Dr. Hafiz Mahmood Akhtar. 2024: "Islamic Concept of Asylum, Multi-Faith Society and Contemporary Demands". Al-*Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 3 (02): 209-218.
Article History:	**Received**: 16-08-2024 | **Accepted**: 10-09-2024 | **Published**: 30-09-2024
Copyright:	**©The Authors**
Licensing:	This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.
Conflict of Interest:	Author(s) declared no conflict of interest.

Abstract & Indexing

DRJI
ADVANCED SCIENCES INDEX
ADVANCED SCIENCE INDEX
CiteFactor Academic Scientific Journals
ASIAN Research Index
SCI
Google Scholar
EuroPub
اشاریہ اردو جرائد
تحقیقات تحقیقاتی اشاریہ
ADL ASIAN DIGITAL LIBRARY

Publisher

HIRA INSTITUTE
of Social Sciences Research & Development

پناہ گزینی کا اسلامی تصور، کثیر المذاہب معاشرے اور عصری تقاضے

Islamic Concept of Asylum, Multi-Faith Society and Contemporary Demands

1. **Mr. Ghulam Yousuf**
Ph. D Scholar, Department of Islamic Studies, Gift University, Gujranwala.
ghulamyousaf06@gmail.com

2. **Dr. Hafiz Mahmood Akhtar**
Chairman, Department of Islamic Studies, Gift University, Gujranwala.
mahmoodakhtar037@gmail.com

Abstract

This paper explores the Islamic concept of asylum, particularly within the context of a multi-faith society and the demands of the modern world. Islamic teachings offer a robust framework for understanding asylum, rooted in principles of compassion, justice, and the protection of human dignity. The concept of *amān* (protection) and *hijrah* (migration) forms the basis for asylum, underscoring the duty to safeguard those seeking refuge, regardless of their religious or ethnic backgrounds. This study examines historical instances of asylum in early Islamic history, such as the Prophet Muhammad's (ﷺ) guidance on the treatment of refugees and the significance of the first migration to Abyssinia, as well as key Qur'ānic verses and *Aḥādīth* that emphasize hospitality toward the vulnerable. Through a comparative analysis, the paper addresses how these foundational principles align with contemporary international standards on refugee protection and humanitarian obligations. The paper also discusses challenges and considerations in applying Islamic perspectives on asylum in modern, pluralistic societies, focusing on potential frameworks for interfaith cooperation and ethical obligations that align with universal human rights. By analyzing the integration of Islamic asylum principles into current international frameworks, this study seeks to contribute to a more inclusive and humane approach to asylum that respects both religious and cultural diversity in today's globalized world.

Keywords: *Refuge, Protection, Islamic Teachings, Asylum, Human Rights.*

تمہید

لفظ "پناہ "اسم مؤنث ہے جس کے مختلف معانی آتے ہیں۔ ان میں " مدد، سہارا، دیوار کا سایہ، ظل، سرن، آسرا، بچنے کا ٹھکانا، امن کی جگہ، مامن، بچاؤ کا ذریعہ [1]، آڑ، اوٹ جو صدمے یا ضرر سے بچنے کے لیے ہو، [2]بچاؤ، دوری، امان، چھپ جانا، محفوظ مقام میں چلے جانا، دشمنوں سے بچاؤ وغیرہ شامل ہیں۔ یہ لفظ عام طور پر مرکبات میں استعمال ہوتا ہے۔ جہاں پناہ، شہر پناہ، پناہ گیر اور پناہ گزیں وغیرہ پناہ گزین اور پناہ گیر (Refugee) اسم فاعل ہے یعنی "پناہ حاصل کرنے والا" مستامن، پناہ کے متلاشی اور پناہ سے استفادہ کرنے والے، پناہ گزینی" اسم منسوب ہے۔ یعنی پناہ گاہ میں رہائش پذیر لوگ، پناہ گزیں، دادرسی یا حمایت کا خواہش مند ہونا، ڈر کر امان تلاش کرنا ہے۔[3]

پناہ دینا، فعل متعدی دشمنوں سے بچانا، اپنی حفاظت میں لینا، اپنی حمایت میں ٹھہرانا، پناہ گزیں اور پناہ گیر، پناہ لینے والا، مہاجر حفاظت میں، دشمنوں کے خوف سے کہیں جا ٹھہرنا، امن میں جانا، کسی کی حمایت میں آنا، آرام لینا۔[4] پناہ گاہ، فارسی لفظ ہے یعنی پناہ کی جگہ[5]، مامن، امن کی جگہ اور حفاظت کی جگہ پناہ گاہ سے مراد ایسے محفوظ شہر یا علاقے کو کہتے ہیں جہاں آدمی بوقت ضرورت اپنی جان بچانے کے لیے پناہ لیتا ہے۔

پناہ اور امن فراہم کرنے کی اہمیت: قرآن وسنت کی روشنی میں

قرآن مجید میں لفظ "پناہ اور پناہ گزیں" کے لیے "استجار" آمنا (امان) اور مہاجر (Refugee) کا لفظ آیا ہے جو مختلف معانی میں استعمال ہوا اور مہاجرت کے لیے "ہجرۃ" (Immigrant) کے الفاظ آئے ہیں جو قریب المعانی ہیں۔[6] ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِنْ أَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّى يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْلَمُونَ۔[7]

اور کوئی غیر مسلم تم سے پناہ کا طلب گار ہو تو اس کو "پناہ" دو یہاں تک کہ وہ اللہ کا کلام سن لے پھر بھی اسلام نہ لائے تو اس کو امن کی جگہ واپس پہنچا دو۔ یہ اس وجہ سے ہے کہ ان لوگوں کو علم ہی نہیں۔

ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث کے مطابق پناہ کی فراہمی عام مسلمان عورت کی طرف سے بھی درست ہے۔[8] "پناہ" حاصل کرنے والے شخص کو تکلیف دینے والے کے بارے میں حدیث شریف میں سخت وعید آئی ہے۔ وجوب "پناہ" سے متعلق علامہ ابن تیمیہ رقم طراز ہیں:

وَإِنَّمَا الْوَاجِبُ عَلَى مَنْ اسْتَجَارَ بِهِ مُسْتَجِيرٌ إنْ كَانَ مَظْلُومًا يَنْصُرُهُ.وَلَا يَثْبُتُ أَنَّهُ مظلوم بمجرد دعواه فطالما اشتكى الوجل وهوظالم بل يكشف خَبَرَهُ مِنْ خَصْمِهِ وَغَيْرِهِ،فَإِنْ كَانَ ظَالِمًا رَدَّهُ عَنْ الظُّلْمِ بِالرِّفْقِ إنْ أَمْكَنَ؛ إمَّا مِنْ صُلْحٍ أَوْ حُكْمٍ بِالْقِسْطِ وَإِلَّا فَبِالْقُوَّةِ. وإن كان كل منهما ظَالِمًا مَظْلُومًا كَأَهْلِ الْأَهْوَاءِ۔[9]

پناہ مانگنے والے کو پناہ فراہم کرنا (مسلمان پر) فرض ہے۔ اگر اس پر ظلم ہوا تو اس کی مدد کرے۔ یہ ثابت نہیں کہ وہ محض دعویٰ سے مظلوم ہے، کیونکہ بے شرم انسان ظالم ہوتے ہوئے بھی ہمیشہ شکایت کرتا ہے۔ بلکہ معاملے کی تفتیش کرو پھر اگر وہ ظالم ہے تو اس کے ظلم کا بدلہ نرمی سے دو، اگر ممکن ہو صلح سے، عدل وانصاف سے (اور اگر ظالم ظلم سے باز نہ آئے) تو پھر طاقت کے ذریعے ظالم کو روکا جائے اگرچہ دونوں کافر ہوں۔

معلوم ہوا کہ حتی الامکان مظلوم کا ساتھ دینے اور پناہ طلب کرنے پر اسے پناہ دینے کی ترغیب بصورتِ تاکید دی گئی ہے دین کی کسی قسم کی تفریق کے بغیر۔ یہ امر دینِ اسلام میں امن وسلامتی اور پناہ کے تصور کو بخوبی واضح کرتا ہے۔

معاصر مماثلتی پہلو

نبی اکرم ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لائے اس وقت مورخین نے مدینے کی آبادی کا اندازہ 10 یا 11 ہزار افراد لگایا ہے، اس تعداد میں نصف یہودیوں کی تھی مگر کوئی متفقہ اتحاد موجود نہ تھا۔ عرب کے دو بڑے قبائل "اوس اور خزرج" اور ان کی ذیلی شاخیں ملا کر کل بارہ قبائل تھے۔[10] ایسے ہی یہودی بھی 10 قبائل میں تقسیم تھے بعض عرب قبائل یہود سے مل کر اپنی افرادی قوت کا مظاہرہ کرتے۔ اس طرح باہم لڑائیوں میں نوجوانوں کی ایک کثیر تعداد جان سے ہاتھ دھو بیٹھتی۔ اس صورت حال سے تمام قبائل تنگ آچکے تھے مگر اس سے باہر نکلنے کی کوئی صورت نظر نہیں آرہی تھی۔ تاہم مبلغین اسلام کی مسلسل کوششوں نے

تین سال میں اس خطے کی تقدیر بدل کر رکھ دی تھی۔ اس طرح اسلامی انقلاب کی راہ ہموار کی جارہی تھی۔ آنحضرت ﷺ مدینہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے مہاجرین کی بحالی اور قومی اتحاد کے لیے درج ذیل اقدامات کیے:

- پناہ گزینوں کی بحالی و آبادکاری بذریعہ مواخات مدینہ۔
- مدنی، مکی معاشروں کے اختلافات کا سدباب بصورت حقوق و فرائض کا تعین۔
- یہود مدینہ اور دیگر غیر مسلم قوتوں کے ساتھ سمجھوتہ یعنی میثاق مدینہ۔
- مدینہ کی سیاسی سماجی اور دفاعی انتظامات کا اہتمام۔[11]

ابتدائی سطح پر مہاجرین کی بحالی کے اقدامات کے متعلق مؤرخ ابن اسحاق لکھتے ہیں:

معروضی حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے مدینہ تشریف آوری کے ساتھ ہی آپ ﷺ نے ایک دستاویز مرتب فرمائی جس کو اہل مدینہ نے قبول کیا اس معاہدہ میں باہمی حقوق و فرائض کا تذکرہ کیا گیا یہ معاہدہ جامعیت کے پیش نظر اپنی مثال آپ ہے۔[12]

بحث کے آغاز میں موجودہ دور میں لٹے پٹے خاندانوں کو پھر سے باعزت زندگی گزارنے اوران کے مصائب و مشکلات کم کرنے کے لیے عہدِ رسالت ﷺ میں فلاح معاشرہ کے لیے "سیاسی و سماجی تعلیمات" یعنی "گروہی اور انفرادی عمل مہاجرت و مواخات" سے بحالی و آبادکاری کے مماثلتی اور اشتراکی پہلوؤں کو اُجاگر کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ انہی تعلیمات اور منضبط شدہ اصول و قوانین کی روشنی میں بحث کا رُخ درجہ بدرجہ موجودہ حالات کے پیش نظر عصر حاضر کے مہاجرین اور پناہ گزینوں کی جانب موڑا جائے گا۔ ہجرت مدینہ کے لیے قبل ازیں ہجرت حبشہ ایک اقدامی و تجرباتی اقدام تھا جو ہجرت مدینہ کی باقاعدہ منصوبہ بندی اور پیش خیمہ بنی اور کامیاب ثابت ہوئی۔ بحالی و آبادکاری کے مقاصد کے پیش نظر ہجرت مدینہ سے قبل مکہ مکرمہ میں آپ ﷺ نے باہم مہاجرین میں ایک مواخات بھی عمل میں لائی جو باقاعدہ منصوبہ بندی کا حصہ تھی۔ محمد بن حبیبؒ کی کتاب "المحبر" میں اس مواخات کا ذکر موجود ہے۔ علاوہ ازیں ابوزہرہ مصری نے بھی اس جانب اشارہ کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

المؤاخاة بين المهاجرين والأنصار، والمهاجرين بعضهم مع بعض، والأنصار بعضهم مع بعض، تأليفامن الآحادوتعاونابينهم.وهوعقدأواصرالمودة الشخصية. وهى أساس للألفة الاجتماعية. والروابط الجماعية۔[13]

مواخات کا عمل مہاجرین اور انصار کے مابین اور مہاجرین کا مہاجرین سے انصار کا بعض انصار سے طے پایا، جو تالیف قلب، باہمی تعاون، ایثار، ہمدردی پر قائم ہوا یہ معاہدہ بنیادی طور پر منفرد اور اجتماعی معاشرتی اقدار اور باہم رابط کی عکاسی کرتا ہے۔

ایسے ہی مواخات کا عمل بھی آپ ﷺ کی باقاعدہ منصوبہ بندی کا حصہ تھا اور ہجرت کے بعد ترجیحات میں سرفہرست رہا۔ ان ترجیحات میں مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد سب سے اہم مسائل مدینہ منورہ کا "دفاع اور مہاجرین کی آبادکاری" زیر غور تھے۔ دفاعی سلسلہ میں رسول اکرم ﷺ نے جہاں میثاق مدینہ کا معاہدہ کیا وہاں بہت سے اور اقدامات بھی کیے ان میں ایک اہم قدم امت مسلمہ کی (جداگانہ تصور ملت) وحدت اور یکجہتی اور سیاسی اتحاد بھی تھا۔ اب تیسرا مرحلہ حصول مقاصد کے لیے عملی جدوجہد کا تھا۔ اس حوالے سے مصنف و محقق محمد حسین ہیکل لکھتے ہیں:

اطمأن محمد إلى وحدة المسلمين بهذه المؤاخاة. وهي لا ريب حكمة سياسية تدل على سلامة

تقديروبعدنظرتبين مقدارهما حين نقف على ما كان من محاولة المنافقين الوقيعة بين الأوس والخزرج من المسلمين وبين المهاجرين والأنصار لإفساد أمرهم. لكن العمل السياسي الجليل حقّا والذي يدل على أعظم الاقتدار۔[14]

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے عمل مواخات سے ایک ایسے معاشرے کی تشکیل دی جو وحدت سیاسی، حکمت عملی، امن وسلامتی اور دور اندیشی کی بہترین مثال پر دلالت ہے جہاں بہت سے قبائل موجود ہوں جن میں منافقین کا گروہ، اوس، خزرج، مسلمان مہاجرین وانصار شامل ہیں ان میں کوئی جھگڑا نہیں۔ یہ آپ ﷺ کی بہترین سیاسی حکمت عملی اور عظیم اقدار کی نشان دہی کرتی ہے۔

مشہور محقق اور مصنف ابن سویلم لکھتے ہیں:

جب مسلمان مدینہ آئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ پر الہام کیا تو آپ ﷺ نے بہترین سیاسی حکمت عملی، درست رائے اور حسن تدبیر سے مہاجرین اور انصار کے مابین مواخات (کا ادارہ) قائم کیا جو باہمی تعاون، ایثار ہمدردی، مدد اور وراثت پر مبنی تھا۔[15]

نبی اکرم ﷺ کی سیاسی بصیرت اور تصور ملت کے جداگانہ انتخاب وانداز کا ذکر کرتے ہوئے محقق اکرم ضیاء لکھتے ہیں:

وبرزت فكرة الأمة الواحدة كما سيتضح عند دراسة دستور المدينة المنورة. وتقسيمات السكان صار أساسها عقدياً وصاروا يقسمون إلى ثلاث مجموعات هي: المؤمنون والمنافقون واليهود. ولا شك أن تدفق المهاجرين إلى المدينة ولَّد مشاكل اقتصادية واجتماعية كان لابد من مواجهتها بقرارحاسم، فكان أن شُرّع نظام المؤاخاة۔[16]

نئے تمدنی معاشرے نے اپنی بنیادیں قائم کیں اور اس کا ڈھانچہ عقیدے کے رشتوں کی بنیاد پر بنایا جو کہ قبیلے اور اس کی جنونیت اور دیگر تمام رشتوں سے بالاتر ہے اور ایک قوم (تصور ملت) کا نظریہ اُبھر کر سامنے آیا جب مطالعہ کرتے ہوئے واضح ہو جائے گا کہ مدینہ کا آئین اور آبادی کی تقسیم مذہبی بنیاد پر بن گئی اور وہ تین گروہوں میں بٹے ہوئے تھے "مومن، منافق اور یہود"۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مدینہ منورہ میں مہاجرین کی آمد نے معاشی اور سماجی مسائل پیدا کیے جن کا سامنا ایک فیصلہ کن فیصلے سے کرنا پڑا اس وجہ سے برادرانہ نظام کو قانونی شکل دی گئی۔

فلسفہ مہاجرت کے ضمن میں آپ ﷺ کی سماجی وسیاسی خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے مؤرخ محمد حسین لکھتے ہیں:

ذلك ما وصل به محمد إلى تحقيق وحدة يثرب وإلى وضع نظامها السياسي بالاتفاق مع اليهود على أساس متين من الحرية والتحالف. وربط بينه وبينهم برابطة المودة۔[17]

مدینہ منورہ پہنچ کر مواخات اور میثاق مدینہ کی بنا پر نبی اکرم ﷺ نے یہود سے مل کر ایک ایسے سیاسی نظام کی طرح ڈالی جس کی بنیاد مذہبی آزادی، باہمی میل جول، ہمدردی اور تعاون پر تھی۔

بقول مصری سیرت نگار ابو زہرہ مصری: مواخات کے اغراض ومقاصد میں ایک بات یہ ہے کہ ایک ایسے انفرادی طرز پر معاشرے کی تشکیل دینا جو مؤمنوں کی جماعت (تصور ملت وامت) کو متحد رکھ سکے۔ دوسرا یہ کہ نبی اکرم ﷺ نے زمانہ جاہلیت کی کدورتوں کو اُلفت میں بدل کر (مہاجرین وانصار کے) دلوں کو متحد کر دیا اور نفرتوں کو زائل کیا۔[18]

رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد اسلامی معاشرہ کی تشکیل کے لیے جو منصوبہ بندی فرمائی تھی اس کا

ایک مقصد یہ بھی تھا کہ "انصار و مہاجرین" کے مابین اس تہذیبی اختلاف کو جلد از جلد ختم کیا جائے اور کسی گروہ کو یہ موقع نہ دیا جائے کہ وہ اس اختلاف سے کوئی ناجائز فائدہ اُٹھائے۔ فلسفہ مواخات کے ضمن میں نبوی حکمت عملی پر علامہ صفی الرحمان مبارک پوریؒ امام غزالیؒ کا قول نقل کرتے ہیں:

ومعنى هذا الإخاء-كما قال محمد الغزالي- أن تذوب عصبيات الجاهلية، فلا حمية إلاللإسلام، وأن تسقط فوارق النسب واللون والوطن، فلا يتقدم أحد أو يتأخر إلا بمروءته وتقواه وقد جعل الرسول ﷺ هذه الأخوة عقدا نافذا لالفظا فارغا،وعملايرتبط بالدماء والأموال۔[19]

اس مواخات کا فلسفہ امام غزالیؒ کے نزدیک یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت کے تمام تعصبات کا سد باب، اسلامی حمیت کو اجاگر کرنا، رنگ، نسل اور وطن کے بتوں کو پاش پاش کرنا ہے۔ کسی کو کسی پر کوئی برتری نہیں سوائے تقویٰ کے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس مواخات کو عملی طور پر نافذ کرتے ایک دوسرے کے جان، مال اور خون کے رشتوں کو مربوط کیا اور یہ نہیں کہ صرف لفظوں کی حد تک یہ ادارہ قائم کیا۔

فلسفہ مواخات کی تاریخی اہمیت پر محقق و مصنف علامہ عمادالدین خلیل روشنی ڈالتے ہیں:

المؤاخاةفي دلالتهاالاجتماعيةعلى رغبةالإسلام العميقةفي تنفيذالتوازن الاجتماعي وتذويب الفروق الطبقيةبين فئات المجتمع الواحد وإحلال التعاون والوفاق محل التقاتل والتحاقد والصراع۔[20]

مواخات کا عمل اسلام کی گہری اور معاشرتی اقدار کی طرف راہنمائی کرتا ہے جس نے معاشرے میں توازن قائم کیا اور اسے متحد رکھا۔ معاشرے میں مختلف طبقاتی نظام کا قلعہ قمع کیا۔ لڑائی، دشمنی اور تنازعات کو تعاون اور ہم آہنگی سے تبدیل کر دیا۔

مواخات کے عملی اقدامات نے مشکلات میں گھرے مہاجرین مکہ کو صرف عارضی پناہ ہی نہیں دی بلکہ انصار مدینہ نے مہاجر بھائیوں کو مستقل بنیادوں پر اپنانے کی ذمہ داری بطرق احسن نبھائی۔ طبقاتی، لسانی اور گروہی تفریق کو جڑ سے اُکھیڑ باہر کیا جس سے سال ہا سال افرادی قوت قبیلوں کے نوجوان باہم لڑائیوں میں جانیں گنوا دیتے اور انتقام کا سلسلہ جاری رہتا۔ مگر عمل مواخات نے معاملات کو یکسر بدل کر رکھ دیا تھا اب جانی نقصان کا خدشہ باقی نہ رہا، مؤمن بھائی بھائی بن گے، ایک دوسرے کے لیے ایثار کا جذبہ کار فرما تھا۔ ان سب کامیابیوں کے پس پردہ نبی اکرم ﷺ کی تن تنہا دینی کاوش ہے جس کی خاطر اپنے وطن کو بادلِ نخواستہ چھوڑنا پڑا۔ مہاجرین مکہ کی بحالی کے حوالے سے علامہ سلیمان منصور پوری لکھتے ہیں:

دلت على كون المهاجرين مظلومين أخرجوا من ديارهم وأموالهم، وثباتهم مع ذلك ثم ابتغاءهم فضل ربهم، واستمرارهم في نصر الله ورسوله مع تجردهم من جميع وسائل العيش۔[21]

یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مظلوم ہجرت کرنے والے جن کو ان کے گھروں اور اموال سے بے دخل کیا گیا ان کی ثابت قدمی، پھر اپنے رب کے فضل کی تلاش اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نصرت میں ان کا اپنے آپ کو کھپانا اس حال میں کہ رزق کے تمام ذرائع اُن سے چھینے گئے، کے باوجود۔

اس حوالے سے محقق محمد بن مصطفیٰ لکھتے ہیں:

وقد كان ذلك لقدوم المهاجرين من مكة إلى المدينة لايملكون شيئاً، تركوا أموالهم، وأولادهم وأرضهم وديارهم، نصرة لله ولرسوله - ﷺ - ولدينه، ولم يكونوا أهل زراعة۔[22]

جب مہاجرین مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ آئے ان کے پس کوئی ساز و سامان نہ تھا وہ اپنا مال، اولاد اور زمینیں اللہ

اور اس کے رسول ﷺ اور اپنے کے دین کی مدد کے لیے سب چھوڑ آئے۔ یہ زراعت پیشہ نہ تھے۔

کثیر المذاہب معاشرے اور عصری تقاضے

مدنی دور میں نبی رحمت ﷺ نے پہلی فلاحی اسلامی ریاست کی بنیاد ڈالی جو رہتی دنیا تک ایک مثالی اسلامی ریاست کا درجہ رکھتی ہے۔ یعنی ایسی اسلامی ریاست جہاں مسلم قوم کے علاوہ دوسری غیر مسلم اقلیتوں کو بھی برابری کے حقوق حاصل تھے۔ فقہائے کرام نے فقہی نقطہ نظر سے اس مدنی ریاست کو "دارالسلام "کا نام دیا ہے جو فتح مکہ مکرمہ کے بعد اکمل درجہ کو پہنچی جہاں غیر مسلم کو بھی مذہب، جان ومال کا مکمل تحفظ اور امان مہیا ہے۔ جیسا کہ سورہ توبہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وان احد من المشركين استجارک فاجره حتی یسمع کلم اللہ ثم ابلغه مامنه ذلک بانهم قوم لا یعلمون۔[23]

اور اگر کوئی مشرک تم سے پناہ مانگے تو اسے پناہ دو حتٰی کہ وہ اللہ کا کلام سنے پھر اسے اس کی امن کی جگہ پہنچا دو یہ اس لیے کہ وہ نادان لوگ ہیں۔

غیر مسلم کو پناہ کی فراہمی سے متعلق امام ابو زہرہ مصری لکھتے ہیں:

دعوت اسلامی کی کامیابی (کا اصل راز پناہ) ہر میدان میں ہے چاہے وہ دارالحرب ہو، دارالسلام ہو یا دارالعہد ہو۔ ہاں نقض عہد کی صورت میں ان (کفار) کا خون جائز ہے جہاں کہیں ملیں انہیں قتل کیا جائے اور اگر ان کفار میں سے کوئی تجارتی اور سفارتی (سرگرمیوں) تعلقات کے لیے پناہ طلب کرے یا فقط پناہ کا طالب ہو تو اس کو امت مسلمہ کی جانب سے پناہ دی جائے گی، یہاں تک کہ وہ کلام اللہ سن کر سمجھے، غور و فکر کرے پھر اس کو اپنے پرامن وطن (دارالکفر) روانہ کر دیا جائے۔[24]

فقہائے کرام نے بالاتفاق کسی بھی علاقے کو "دار السلام" قرار دینے کے لئے دو شرطیں ہی بیان کی ہیں:

- اول حاکم کا مسلمان ہونا۔
- دوم احکام اسلامی کا اجراء۔

امام سرخسیؒ کے نزدیک دارالسلام کی حقیقت میں یہ امر شامل ہے۔ ان کے نزدیک احکامِ اسلام کے اجراء کے بغیر محض فتح سے دارالحرب دارالاسلام میں تبدیل نہیں ہوتا۔[25] ایک مقام پر لکھتے ہیں:

وکذلک لو فتح المسلمون أرضاً من ارض العدو حتی صارت فی ایدیھم وھرب اھلھا عنھا۔ لانھا صارت دارالاسلام بظھور احکام الاسلام فیھا[26]

اسی طرح اگر مسلمان دشمن سے زمین فتح کرلیں اور انہیں وہاں سے بھگا دیں تو بھی وہ دارالاسلام نہ بنے گا کیونکہ دارالاسلام، اسلامی احکام کے ظہور و غلبہ سے بنتا ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

دارالحرب تصیردارالاسلام باجراءاحکام اھل الاسلام فیھا۔[27]

دارالحرب میں اہل اسلام کے احکامات جاری ہونے سے وہ دارالاسلام میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

فقہ الاقلیات کے مؤلف لکھتے ہیں کہ:

اگر ہم مسلمان ملک کو جہاں مسلمان کثرت میں اور اسلامی قوانین نافذ نہ ہوں کو دار الکفر اور دار الحرب قرار

دیں تو مستقبل میں مسلمان اپنے ملک میں بے وطن اور بے گھر ہو جائیں گے۔ کفار کے حملہ اور غلبہ کی صورت میں مسلمانوں پر اپنا دفاع لازم نہ رہے گا۔ یہ کام اللہ کے دشمنوں کے حق میں معاون اور مدد گار ہے۔[28]

نقضِ امان اور اسلامی تعلیمات

پناہ فراہم کرنے کے بعد اگر کسی مسلمان نے مستامن کو تکلیف دی، جان سے مار ڈالا گویا وہ غداری کا مرتکب ہوا۔ دوسرا یہ کہ پناہ کی فراہمی ایک عہد و پیمان ہے ایسے میں وہ وعدہ خلافی کا مرتکب بھی ہو گا جو کہ ایک مؤمن کے شایان شان نہیں۔ اسلام اس بات کی سختی سے تردید کرتا ہے۔ حدیث میں ایسے بددیانت شخص کے بارے میں سخت وعید آئی ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

عن عمرابن حمق قال سمعت رسول ﷺ یقول:من امن رجلاعلی نفسه فقتله اعطی لواءالغدر یوم القیامة۔[29]

عمر بن حمق کہتے ہیں میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر کوئی شخص کسی کو پناہ دینے کے بعد قتل کر دے تو قیامت والے دن اس شخص کو غداری کا جھنڈا دیا جائے گا۔

پناہ مسلم اور کافر کے درمیان "عہد و پیمان" ہے جو ایک قسم کا وعدہ ہے۔ اگر کوئی مسلم اس کی خلاف ورزی کرتا ہے تو وہ اللہ کے ہاں سزا کا مستحق ہے۔ البحر المحیط میں ہے کہ:

"وذمة"بمعنى:عهد، فعهد المسلمين إذا وقع من واحد منهم حرم على غيره أن يعتدي على أجيره الذي آجره ۔[30]

ذمہ بمعنی وعدہ پس "ذمی" مسلمانوں کی ذمہ داری میں ہیں (ان کے مال اور جان کا تحفظ) اگر کوئی پناہ حاصل کر لے تو اس پر زیادتی کرنا جائز نہیں ہے۔

اس حوالے سے امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کا کہنا ہے کہ اگر مسلمان امان پانے والے کو قتل کرتا ہے تو اس کا کفارہ ہے یا امان پانے والے دو تھے تو قاتل پر دیت بھی ہے اور کفارہ بھی، اگر وہ قیدی تھے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک قاتل کے ذمہ کفارہ خطاء ہے جبکہ امام محمد و ابو یوسف کہتے ہیں کہ دیت قتل عمد میں اور کفارہ خطاء بھی لازم ہے۔[31] امام مالکؒ کے مطابق اگر کسی نے دار الحرب میں اسلام لانے والے کو سہواً قتل کیا تو اس پر دیت اور کفارہ لازم نہیں۔[32] اس ضمن میں امام شافعیؒ کا کہنا ہے کہ اگر جنگ میں کوئی مسلمان چھاپہ مار قتل کرتا ہے جبکہ اس کو معلوم بھی نہ ہو تو قاتل پر دیت لازم ہے اگرچہ قتل ہونے ولا مسلمان قیدی ہو یا امان پانے والا ہو۔[33] مختلف علماء کی نظر میں یہی قول مختار ہے۔ امام مالکؒ، ابن عباس رضی اللہ عنہ، امام شعبیؒ، امام ابراہیمؒ اور امام زہرہؒ کے نزدیک اہل معاہد کے مقتول کی دیت آزاد مسلمان کی دیت کے برابر ہے اگرچہ اہل معاہد مسلمان ہوں یا کافر۔[34]

حاصل کلام

پناہ کے عہد کا پاس اور لحاظ رکھنا مسلم قوم کی مشترکہ مذہبی ذمہ داری ہے۔ پناہ ایک طرح کا وعدہ ہی شمار ہوتا ہے تاہم عہد کا دائرہ کار وسیع ہوتا ہے اور پناہ کا دائرہ محدود و مخصوص حالات کے پیش نظر ہوتا ہے جن میں پناہ گزین کی جان، مال اور عزت و آبرو کا تحفّظ لازمی جز ہے۔ تاہم ائمہ مالکیہؒ اور شافعیہؒ کی رائے مختلف ہے۔ اُن کے نزدیک مسلمانوں کے لیے ایسے ملکوں میں جانا یا رہنا بھی جائز نہیں۔ آج کے تصادمی حالات میں ایسے مسلم ممالک جہاں مسلم آبادی باہم مذہبی، لسانی، اور تفرقاتی یا بیرونی سازشوں کی وجہ سے باہم دست و گریباں ہے۔ مذہبی تفرقات کے ساتھ ساتھ نسلی اور گروہی تعصبات نے باقاعدہ پنپنا شروع کر دیا ہے۔ جہاں خانہ جنگی کی

کیفیت ہو، عام شہری کو جانی ایمانی تحفظ نہ ہو، وہاں سے ہجرت کرنا بھی ضروری ہے جیسا کہ اس وقت شام اور عراق کے داخلی حالات ہیں اور مسلم ممالک مہاجرین کو پناہ دینے سے قاصر ہیں۔ اس کے برعکس بعض مغربی معاشروں میں موجودہ دور کی صورت حال بالکل مختلف ہے۔ ممالک کی جغرافیائی صورت حال یکسر بدل چکی ہے۔ لادین معاشروں میں مذہب نجی معاملہ ہے۔ مسلمان ان معاشروں میں باآسانی رہائش پذیر ہوسکتے ہیں ان پر کوئی قدغن، روک ٹوک بھی نہیں، اس کے علاوہ غیر مسلم ممالک میں افرادی قوت کی اشد ضرورت ہوتی ہے اور وہ ان کی صلاحیتوں سے سستے داموں استفادہ کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے برعکس بعض اسلامی ممالک لٹے پٹے مسلمان مہاجرین کو پناہ دینے سے قاصر نظر آتے ان حالات میں پناہ کی فراہمی امت مسلمہ پر فرض کا درجہ رکھتی ہے۔ پناہ فراہم کرنے کے بعد اس سے غدر اور بدعہدی نہیں کی جائے گی بشرطیکہ وہ مجرم نہ ہو۔

حوالہ جات وحواشی

1 الفیروزآبادی، محمد بن یعقوب، **القاموس المحیط**، (قاہرۃ: دارالمعارف، سن ندارد)، 1/152۔

2 محمد ثقلین، **اظہر اللغات**، (لاہور: اردو بازار، سن ندارد)، ص255۔

3 ایضاً، ص257۔

4 ڈاکٹر عبدالوحید ودیگر، **اُردو انسائیکلوپیڈیا**، (لاہور: فیروز سنز لمیٹڈ، 1962ء)، ص11۔

5 ایضاً، ص197۔

6 ایضاً، ص198۔

7 سورۃ التوبۃ9:6۔

8 البخاری، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح**، (ریاض: دارالسلام، 2015ء)، کتاب الجزیۃ والموادعۃ، باب امان النساء وجوازہ، رقم الحدیث: 3171۔

9 ابن تیمیۃ، احمد بن عبد الحلیم، **السیاسۃ الشرعیۃ**، (المملکۃ العربیۃ السعودیہ: وزارۃ الشئون الاسلامیۃ، 1418ھ)، 1/136۔

10 ایضاً 1/347۔

11 ایضاً۔

12 ہیکل، محمد حسین، **حیات محمد ﷺ**، (دہلی: تاج کمپنی، 1988ء)، 1/149۔

13 ابوزہرۃ، شیخ، **خاتم النبیین ﷺ**، (قطر: وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیۃ، سن ندارد)، 2/421۔

14 ہیکل، **حیات محمد ﷺ**، 1/149۔

15 ابن سویلم، محمد بن محمد، **السیرۃ النبویۃ علی ضوء القرآن والسنۃ**، (دمشق: دارالقلم، 1427ھ)، 2/49۔

16 العمری، اکرم ضیاء، **السِّیرۃُ النَّبَوِیَّۃُ الصَّحِیْحَۃُ**، (مدینۃ منورۃ: مکتبۃ العلوم والحکم، 1994ء)، 1/239۔

17 ہیکل، **حیات محمد ﷺ**، 1/149۔

18 ابوزہرۃ، شیخ، **خاتم النبیین ﷺ**، 2/421۔

19 مبارکپوری، صفی الرحمٰن، **الرحیق المختوم**، (لاہور: المکتبۃ السلفیۃ، 2010ء)، ص167۔

20 خلیل، عماد الدین، **دراسۃ فی السیرۃ**، (بیروت: دارالنفائس، 1425ء)، 1/283۔

21 منصورپوری، قاضی سلیمان، **رحمۃ للعالمین ﷺ**، (لاہور: المیزان، 2016ء)، 2/177۔

22 محمد بن مصطفیٰ بن عبد السلام، السیرۃ النبویۃ بین الآثار المرویۃ والآیات القرآنیۃ، (القاہرۃ: جامعۃ عین شمس، 1431ھ)، 1/391۔

23 سورۃ التوبۃ 9:6۔

24 الشافعی، محمد بن ادریس، تفسیر الإمام الشافعي، (السعودیۃ: دار التدمریہ، 2006ء)، 3/76۔

25 السرخسی، محمد بن احمد، المبسوط، (بیروت: دار المعرفۃ، 1414ھ)، 10/32۔

26 السرخسی، محمد بن احمد، شرح السیر الکبیر، (دمشق: دار الفکر، سن ندارد)، 2/185۔

27 ابن عابدین، محمد امین شامی، حاشیۃ رد المحتار، (کراچی: ایچ ایم سعید کمپنی، 1998ء)، 4/175۔

28 القرضاوی، یوسف، فقه الاقلیات المسلمة، (مصر: دار الشروق، 2001ء)، ص578۔

29 احمد بن حنبل، الامام، المسند، (مصر: مؤسسۃ قرطبۃ، سن ندارد)، 2/179۔

30 ابوحیان الاندلسی، محمد بن یوسف بن علی، البحر المحیط في التفسیر، (بیروت: دار الفکر، 1420ھ)، 4/25۔

31 ایضاً، 4/27۔

32 ایضاً۔

33 ایضاً۔

34 عماد بن امیر، الہجرۃ إلی بلاد غیر المسلمین، (بیروت: دار ابن حزم، 2004ء)، ص80۔